گرہن
محمد وسیم وصی

شاعر

محمد وسیم وصی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہوش آیا تو سبھی خواب تھے ریزہ ریزہ
جیسے اُڑتے ہوئے اوراق پریشاں جاناں
(احمد فراز)

انتساب

اک
نامعلوم
شخص
کے نام

دیباچہ

"گرہن" میری پہلی کتاب ہے، اور یہ میرے لیے ایک بہت بڑی خوشی اور فخر کا لمحہ ہے۔ یہ وہ ابتدائی قدم ہے جس میں میں نے اپنے جذبات، خیالات، اور تجربات کو شاعری کی شکل میں ڈھالا ہے۔ اس کتاب میں شامل اشعار میری زندگی کی تلخیوں، محبت کی شدت، اور انسان کی اندرونی پیچیدگیوں کا بیان کرتے ہیں۔

"گرہن" وہ لمحہ ہے جب روشنی اور تاریکی کا ملاپ ہوتا ہے، جیسے چاند گرہن کے دوران چاند کی چمک میں عارضی کمی آ جاتی ہے۔ یہ کتاب بھی اسی عارضی کمی کی عکاسی کرتی ہے، جب ہم اپنی زندگی کے گہرے اور پیچیدہ احساسات کا سامنا کرتے ہیں۔

یہ کتاب میرے لیے صرف ایک شاعری کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایک خوشی کا لمحہ ہے — میری پہلی کتاب! میرے لیے یہ کتاب ایک خواب کی حقیقت بننے جیسا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب میں اپنے ان جذبات کو آپ تک پہنچا رہا ہوں جنہیں میں نے برسوں تک دل میں چھپائے رکھا۔ "گرہن" میرے دل کی آواز ہے، اور میری شاعری کا ایک آغاز ہے۔

اس کتاب میں شامل ہر شعر میری زندگی کے مختلف تجربات، خوابوں کی تعبیر، اور دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے احساسات کا بیان کرتا ہے۔ ہر شعر میں ایک کہانی چھپی ہے، جو میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دل تک پہنچے اور آپ کو سوچنے پر مجبور کرے۔ "گرہن" وہ لمحہ ہے جب ہم اپنی زندگی کے ان پہلوؤں کا سامنا کرتے ہیں جو ہم اکثر نظرانداز کر دیتے ہیں۔"گرہن" میرے لیے ایک سفر ہے، ایک تلاش ہے، جو مجھے اپنے اندر کی گہرائیوں تک لے گئی۔ یہ کتاب ان تمام لوگوں کے لیے ہے جو اپنی زندگی میں محبت، درد، خوشی، اور غم کے تجربات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ "گرہن" آپ کو متاثر کرے گی، اور آپ کے دل میں ایک نئی روشنی کی کرن پیدا کرے گی۔ میری پہلی کتاب کے طور پر یہ ایک نیا آغاز ہے، اور میں دعا گو ہوں کہ یہ کتاب آپ کے دلوں تک پہنچے اور آپ کے جذبات کو اپنی گرفت میں لے لے۔

محمد وسیم وصی

تبصرہ

میں نے کتاب گرہن کا مطالعہ کیا ہے۔
کتاب کی شاعری میں گہرے جذبات اور منفرد خیالات کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ الفاظ کا انتخاب دلکش اور اسلوب نہایت پرکشش ہے، جو قاری کو ابتدا سے اختتام تک اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔
ہر شعر میں جذبوں کی گہرائی اور حقیقت کا عکس جھلکتا ہے، جو قاری کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ ردیف اور قافیہ کی ہم آہنگی نے شاعری کو اور بھی نکھار بخشا ہے۔ مجموعے میں محبت، دکھ، خوشی، اور زندگی کے دیگر پہلوؤں کو بہترین انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
یہ کتاب نہ صرف ادب پسند قارئین کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے بلکہ وہ لوگ بھی اس سے لطف اندوز ہوں گے جو شاعری کے ذریعے اپنے جذبات کو سمجھنا اور بیان کرنا چاہتے ہیں۔
آپ کے لیے نیک تمنائیں اور امید ہے کہ آپ کا یہ کام قارئین کی مزید پذیرائی حاصل کرے گا۔

سمعیہ سلیم غوری
مصنفہ

فہرست

غزلیں

نظمیں

قطعات

چند اشعار

غزلیں

بے آواز سی پکار تھی دل میں
کہیں کوئی خواب بکھرا تو نہیں تھا

اس قدر خفا ہو گی ہم سے زندگی
اس موڑ پہ آئے گی سوچا تو نہیں تھا

کیسے ممکن تھا قسمت کو بناتا میں خود
انسان تھا میں کوئی سانچا تو نہیں تھا

راہزنوں نے لوٹ لیا دوران سفر
منزل کے قریں بھی پہنچا تو نہیں تھا

☆

اُسے پُکارتی رہی آنکھیں مگر خاموش تھی زباں
اتنا غیور تھا کہ صدا مجھ سے لگائی نہ گئی

وہ بھی جلے گا جیسے جلا ہوں میں
مکافات کی آگ کسی سے بجھائی نہ گئی

غیر رہے ہمیشہ جانِ محفل اُن کے لیے
ہمارے لیے کبھی بزم سجائی نہ گئی

تیرے جانے کے بعد لوگوں نے کَسے جملے ہم پر
شرم سے جھکی گردن ہم سے اُٹھائی نہ گئی

تیرے بعد بھی کئی موسم بہار کے آئے
مگر دل میں کوئی پھول کھلا ہی نہیں

ہم کیسے کسی اور سے رغبت رکھتے
اے مونسِ جاں تجھ سا کوئی اور ملا ہی نہیں

اس نے کہا یہ آشفتہ سر اب بھی ویسا ہے
میں نے کہا زخم ہرا ہے ابھی بھرا ہی نہیں

نیا سفر نئے لوگ نئی منزلیں ہوں گی
ہمیں اک دوسرے سے اب کوئی گلا ہی نہیں

دل کو درد سے آرام آ جاتا ہے
اُن کی جانب سے جب پیغام آ جاتا ہے

نئے مراسم مبارک ہوں آپ کو
پرانا دوست کبھی کبھی کام آ جاتا ہے

مِثل گل کھل اٹھتا ہے چہرا میرا
ان کے لبوں پہ جب میرا نام آ جاتا ہے

کہ اس طرح سے ہو گیا ہے حال اپنا
چرند جیسے کوئی تَہہ دام آ جاتا ہے

☆

وہ جو روٹھا ہے تو بات نہیں کرتا مجھ سے
جس کی صبح اور شام ہوا کرتا تھا

ہمارے نام پہ وہ اب بات بدل دیتا ہے
کبھی ان کے لب پہ ہمارا نام ہوا کرتا تھا

ہم بھی تھی کسی کتاب کا دیباچہ
ہمیں پر گفتگو کا اختتام ہوا کرتا تھا

گلی کے پتھر بھی دیکھتے ہیں راستہ اس کا
ہمارے آنگن میں جس کا قیام ہوا کرتا تھا

خامشی سی چھا جاتی تھی چار سو
جب وہ ہم سے ہم کلام ہوا کرتا تھا

حیراں ہوتا ہوں جب دیکھتا ہوں خود کو آئینے میں
چہرہ ہمارا بھی کبھی ماہ تمام ہوا کرتا تھا

چلا گیا کہاں ابھی تو یہیں تھا
وہ شخص جو میرے دل میں مکیں تھا

پوچھو نہ مجھ سے اُس کے خدو خال تھے کیا؟
چاند سا چہرہ تھا کہ اس سے بھی حسیں تھا

غموں کی دھول میں وہ نظر نہیں آتا
خوشی کے دور میں جو میرے قریں تھا

گر گیا ہے آنکھوں سے اشکوں کی طرح
اک بادشاہ جو دل میں تخت نشین تھا

دل کا دیا جلاتا ہوں نکھر جاتا ہوں
تمہارا عکس بناتا ہوں نکھر جاتا ہوں

لوگ خوش ہیں پر دِکھتے ہیں فرسودہ
میں اشک بہاتا ہوں نکھر جاتا ہوں

جس کی تعبیر نہیں ممکن ایسا
خواب سجاتا ہوں نکھر جاتا ہوں

ہمارے حق میں بھی ہو گا فیصلہ کبھی
خود کو امید دلاتا ہوں نکھر جاتا ہوں

دل اداس نے آنکھوں سے پوچھا وہ کب آئے گا
ایک وعدہ کیا تھا اس نے سرِ شام کوئی

یوں ہی قریب سے گزر جاتا ہے وہ جب ملتا ہے
نہ ہی خیر خبر نہ ہی دعا سلام کوئی

شروع شروع میں تو یہ داستان بہت اچھی لگی
نہ پوچھو اس کہانی کا انجام کوئی

میں اس شدت سے چاہوں گا اسے وصی
جیسے بات کر دیتا ہے تمام کوئی

☆

تو کسی روز سورج بن کر میرے آنگن میں آ
مثلِ فصلِ گل میرے اُجڑے چمن میں آ

منتظر ہیں ہم کب سے تیری تشریف آوری کے
بن کے مہمان میری انجمن میں آ

کہا بھٹک رہا ہے اے میرے ہرجائی
جہاں میں جگہ نہیں تو آ میرے من میں آ

یکجا ہو اس طرح سے کہ پھر نہ بچھڑ سکیں
تو روح بن کے مرے تن بدن میں آ

اس غزل کے ساتھ ایک بہت اچھی یاد منسلک ہے اس غزل کا پہلا مصرعہ نہ جانے کس شاعر کا ہے مگر میرے رفیق حسین امتیاز کی جانب سے یہ کہا گیا تھا کہ اس مصرعے کو مکمل کیا جائے۔

بے سبب سی اداسی آج درو بام میں ہے
ماہ دسمبر کا اثر صبح شام میں ہے

جس کو سنتے ہی شفا یاب ہوجاتے ہیں ہم
اس درجہ مسیحائی اس کے نام میں ہے

بے ربط سی گفتگو اور ادھوری غزلیں
نہ ہی ٹھہراؤ اب میرے کلام میں ہے

نہ گلؔ ہے نہ بلبل نہ چمن زار ہے باقی
فصل گل کی تمنا اب بھی دل ناکام میں ہے

☆

اے باد صبا دے مجھے اُن کی خبر
دردِ دل ہے اور ڈس رہا ہے ہجر

لٹ گیا قافلہ منزل سے پہلے
راس آیا نہ مجھے یہ سفر

نیا زخم ہے ہرا ہے ابھی
رفتہ رفتہ آ جائے گا صبر

نہ وقت نہ مال و زر چاہیے
رشتے نبھانے کے لیے چاہیے جگر

تیری تلاش میں خود کھو گیا میں
ملا نہ خود کو میں ڈھونڈا نگر نگر

بالوں میں چاندی اُتر آئی ہے اب تو
اور کر رہیں ہیں آنکھیں ڈگر ڈگر

☆

چراغ جلا ہے بڑی مشکلوں سے
خدا کرے اسے زمانے کی اب ہوا نہ لگے

وہ نازک مزاج ہے خبر ہے مجھے
گلہ کروں گا اس طرح کہ اُسے گلہ نہ لگے

ستم سہیں گے مگر چپ رہیں گے ہم
ہمارا بولنا کہیں اُن کو سلوکِ ناروا نہ لگے

کیا خبر خزاں پلٹ دے بازی آ کر
اُجڑ جائے چمن اور بُلبُل کو پتا نہ لگے

☆

تیرے آنے کی آس رہی رات بھر
چراغ کئی بار بجھایا اور جلا کر دیکھا

اس کی راہوں میں بکھر جاتی ہیں کرچیاں میری
کئی بار میں نے خود کو سجا کر دیکھا

ایک چاند تھا اور سینکڑوں تھے ستارے
اُس کی انجمن میں جب جا کر دیکھا

تنِ تنہا تھا جب چلا تھا راستے پر
ہجوم ہے ساتھ میرے یہ منزل پہ جا کر دیکھا

وہ جو ملتا ہے تو بات نہیں کرتا مجھ سے
کہہ دو اُس شخص کو میں اپنا کیسے

قسمت میں شروع دن سے مایوسی تھی
بھول چکا ہوں اب تک کہ ہے ہسنا کیسے

آنکھ کُھلی تو قفس میں پایا خود کو
سیکھ جائے ایسا چرند اڑنا کیسے

الفاظ تخیل کے سانچے میں نہیں ڈھلتے
کیا خبر مجھ کو ہے درد کو لکھنا کیسے

☆

دل کے گلشن کو آباد ہی کرتے رہنا
تجھے یاد کرنا اور یاد ہی کرتے رہنا

تیرا کام ہے کشکول کو بھرنا
ہمارا کام ہے فریاد ہی کرتے رہنا

لوگ پوچھتے ہیں کیا کرتے ہو تم
مشغلہ ہے خود کو برباد ہی کرتے رہنا

عدل کے مشتاق ہیں اب ہم تو
وصف ان کا ہے بیداد ہی کرتے رہنا

☆

میرے گلشن میں گل مہکے کب تھے
ہم خوشی سے کبھی چہکے کب تھے

قسمت میں تھا یوں چراغ کا بجھنا
ورنہ منہ زور ہوا کے جھونکے کب تھے

میں خود ہی ہوں اپنی ذات کا محور
ہم جیسے کبھی سب کے کب تھے

ہم ہی تھے دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھامے
اُس کے دل میں بچھڑ جانے کے دھڑکے کب تھے

☆

خواہش تھی کہ ایسا نہیں ایسا ہوتا
جیسے میں چاہتا بس ویسا ہوتا

گردشِ ایام کی دھول ہے اب تو چہرے پر
گر تیرا ساتھ ہوتا تو کیسا ہوتا

کھل اٹھتا میں کسی گلؑ کی مانند
بن کے بادل تو مجھ پہ جو برسا ہوتا

میں بھی اترتا کسی کے آنگن میں
مقدر میرا اگر چاند کے جیسا ہوتا

☆

ہم جو وقت کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں
آسان نہیں کام اس کے لیے جل جاتے ہیں

یہ قانون آج تک مجھے سمجھ نہیں آیا
بنا کے عادی لوگ کیوں بدل جاتے ہیں

اس درجہ کشش ہے اُس کی آواز میں
جب وہ بُلائے لوگ سر کے بل جاتے ہیں

وہ بھی دیکھتا ہے مجھے دزُدیدہ نظر سے
اُس کو دیکھ کے ہم بھی مچل جاتے ہیں

☆

وہ آشنا بھی ہے اور انجان بھی ہے
جدا ہے مجھ سے مگر یکجان بھی ہے

اور کن القاب سے نوازوں اس کو
وہ دوست بھی ہے میری جان بھی ہے

عجب سا سماں ہے آج گلشن میں
لگتا ہے کہ آباد پر ویران بھی ہے

ممکن ہے خواب اب بکھرے ہی رہیں
ان کی تعبیر کا کچھ امکان بھی ہے

☆

کوئی مصروف نہیں دورِ حاضر میں
مسئلہ سارا ترجیحات کا ہے

تم اپنی راہ چلو ہم اپنی
یہ فیصلہ مذاکرات کا ہے

اُس کو دیکھا تو گُماں ہوا
چاند چودویں کی رات کا ہے

اس کے نام پر ساکن ہو جاتی ہے زباں
وہ جواب میرے سوالات کا ہے

جان ایک سو تم پہ لٹا دی ہم نے
اب کیا پیش کریں تم پہ لٹانے کے لیے

چراغوں کی ضرورت ہمیں نہیں پڑتی
وجود اُس کا ہے کافی گھر کو سجانے کے لیے

ہمارے لیے تو وہ سرمایہ حیات ہے اب
ہوگا وہ اک شخص زمانے کے لیے

دستار رکھیں قدموں پہ یا گریا کریں
ہم تو راضی ہیں اُسے ہر حال میں منانے کے لیے

میرے اعصاب پہ دل کی طرح قابض ہے
مجھے مٹنا پڑے گا اُسے مٹانے کے لیے

خواہش تھی کہ وہ آتا نہ جانے کے لیے
مگر وہ تو آتا ہے فقط دل کو دُکھانے کے لیے

☆

میری یاد اس کو بھی کبھی آئی ہو گی
بات اس نے بھی کبھی دل میں دبائی ہو گی

ہیر رانجھے کے دربار پہ وہ ننگے قدموں
میرے ساتھ کی منت لیے آئی ہو گی

میرا نام اس کے نام کے ساتھ آئے گا
یہ بات کس کو بتائی اور کس سے چھپائی ہو گی

پڑھتی ہو گی وہ بھی میرے اشعار
کبھی میری غزل بھی سہیلی کو سنائی ہو گی

اسے بھی انتظار ہو گا میرا شاید
یاد اس نے کب میری دل سے بھلائی ہو گی

اس کے لبوں پہ میرا نام ہو گا ہر پل
میرے لبوں پہ اُس کی نغمہ سرائی ہو گی

☆

تیرے لیے لکھتا ہوں اب بھی میں اشعار کبھی
تیری یاد میں ہوتا ہوں جب بھی میں بیمار کبھی

میرے دل میں فقط تیری ہی یادیں ہیں
اور ان خستہ یادوں کو کرتا ہوں مسمار کبھی

فائدے کے لیے نہیں رکھے یارانے میں نے
کیا نہیں رشتوں کا کاروبار کبھی

میرے روبرو میرا خواب مکمل ہوتے
وقت آیا ہی نہیں ایسا سازگار کبھی

خواب چھین لیے جائیں تو آہ و فغاں کرنا کیسا
خاموش ہوں ابھی تک پھر آنکھ سے یہ جھرنا کیسا

جس کی حیات کا کوئی مقصد ہی نہ ہو
پھر اُس شخص کا جینا اور مرنا کیسا

ہمارے حصے میں کوئی چراغ ہی نہیں
پھر زمانے کی ہواؤں سے یوں ڈرنا کیسا

زنجیر کی آواز پہ جب غور نہیں کرتا قاضی
ایسے منصف سے التجا کا کرنا کیسا

باغ کو باغباں نے لوٹ لیا
مجھے میرے رازداں نے لوٹ لیا

کیا بتاؤں کہ مجرم ہے کون کون
ایک ایک کر کے سارے جہاں نے لوٹ لیا

بڑی مدت کے بعد آیا تھا بہار کا موسم
پھر فصل گلِ کو خزاں نے لوٹ لیا

اُس قوم کی ممکن ہے ترقی کیسے وصی
جس کو اُس کے ترجماں نے لوٹ لیا

☆

با خبر ہو کے بھی بے خبر ہو جانا
پلڑا بھاری ہو جدھر ادھر ہو جانا

اس بات میں حیرانی کیسی
وہ جس کے ساتھ ہو اُس کا امر ہو جانا

اس نے گیسوؤں کو چہرے سے ہٹانا
اور جہاں میں شام سے سحر ہو جانا

روز اُسے بھولنے کا اردہ باندھنا
دن میں سو بار اُسی کا ذکر ہو جانا

☆

اس کے چھونے سے بدن سنگ مرمر ہو گیا
مجھ کو یوں لگا کہ میں امر ہو گیا

وہ کچھ اس طرح سما گیا مجھ میں
وہ دریا اور میں ساگر ہو گیا

جس راستے پہ وہ چلے گا اُدھر چلوں گا میں
آج سے وہ میرا رہبر ہو گیا

وہ ہے میرے بدن کی قُبا
وہ میرے ماتھے کا جھومر ہو گیا

رفتہ رفتہ وہ نا آشنا ہونے لگے
موم سا دل اُس کا پتھر ہو گیا

اس کے دل کو بنایا تھا گھر اپنا
پھر میں اپنے گھر سے بے گھر ہو گیا

کچھ وقت تو دستیاب تھا صبح و شام
اک دن وہ نایاب گوہر ہو گیا

ناکامیوں کے چھالوں سے دکھنے لگے قدم
بیچ راستے میں چلنا دوبھر ہو گیا

نظمیں

دیکھو رات تو گزر گئی
مہتاب بھی اب چھپنے کو ہے
سورج بھی اب دکھنے کو ہے
درد کی چادر اوڑ کے تم
صبر کی نیند میں سو جاؤ
ان نمدیدہ انکھوں کو کچھ آرام تو آ جائے
شاید جب بیدار ہو تم
تب یہ دنیا بدل چکی ہو
تم سے آگے نکل چکی ہو
پر تم تو سب سے آگے تھے
ہمسر نے تم کو لوٹ لیا
یہ یہ بھی بھلا کوئی کرتا ہے
سچائی سے کوئی ڈرتا ہے
اس بات کو اب تم مان بھی لو
سچائی کو اب تم جان بھی لو کہ
وہ ہم سر نہ تھا

وہ تو اک راہزن تھا
جس کے ساتھ چلے تھے تم
کچھ پیار کے دیپ جلائے تھے
کچھ وفا کے پھول کھلائے تھے
اب وہ پھول مرجھا چکے
جو آئے نہیں وہ جا چکے

☆

کبھی کبھی میں سوچتا ہوں
میں کیوں لکھ رہا ہوں
محبوب میرا کوئی نہیں
نہ ہی میرے عُشّاق ہیں
نہ کوئی متن ہے
نہ کوئی ہے عنوان
نہ کوئی سلیقہ بس بے ربط سے
بھرے یہ سیاہی سے اوراق ہیں
نہ منظم ہیں غزلیں
ہیں بے ربط نظمیں
میں ہوں کون یہ میں بتاتا چلوں
کہ سب سے برے جس کے اخلاق ہیں
نہ کوئی تمہارا
نہ تم ہو کسی کے
بس مطلب کا رشتہ
زندگی نے دیے بس یہ اسباق ہیں

یہ کیسا ہے قاضی
یہ کیسی عدالت
کہ قانون جس کے
سارے مجھ ہی پہ اطلاق ہیں
نہ کوئی گلہ ہے
نہ کوئی آرزو
نہ مقروض آج کسی کے ہیں ہم
زندگی آج تم سے ہم بے باک ہیں
امیدوں کا سورج
چڑھے گا جو اک دن
ڈھلیں گے اندھیرے
اُسی دن کے اب ہم مشتاق ہیں
نا معلوم سے ہم
ہمیں کون جانے
ہمیں کون مانے
اُدھر وہ ہیں کہ شُہرہ آفاق ہیں

اک روز وہ آئے
تو میں اس کو بتاؤں
کہ اس ہجر میں تنہا
اک ایسی رات کاٹی ہے
فلک پر چاند نہ تارہ
نہ کوئی ستارہ تھا
کھلی آنکھیں تھیں پر مجھ کو
ڈراؤنے خواب آتے تھے
تمہارے ساتھ جو بیتے
وہ لمحے ستاتے تھے

فلحال تو یہ حال ہے
حال بے حال ہے
روح ہے بکھری ہوئی
دل ایک پاتال ہے
نہ جانے یہ کیا ہو گیا
وہ کہیں کھو گیا
وہ روح میں سمو گیا
نہ جانے میں کدھر گیا
گلی گلی بکھر گیا
اب صرف ایک خیال ہے
رابطوں کا قال ہے

قطعات

اُس کی آنکھیں کلام کرتی ہیں
جھک کر میرا احترام کرتی ہیں
اس درجہ ہے وابستگی اُن سے
زباں سے پہلے سلام کرتی ہیں

ڈھل گئی ہے شام تم نہیں آئے
پڑ گیا تھا کیا کام تم نہیں آئے
تمہارے آنے کی آس تھی سارا دن
رہا زُباں پہ تمہارا نام تم نہیں آئے

اگر بچھڑنا ہے اب تو ملال نہیں کرنا
اُس کے لیے خود کو پامال نہیں کرنا
میرے بغیر وہ خوش ہے اپنی زندگی میں
تو پھر کوئی گلہ کوئی سوال نہیں کرنا

تنقید کے نشانے پر عورت ہی کیوں
مرد بولتا رہے عورت مورت ہی کیوں
وہ بھی انساں ہے زندگی ہے اُس کی
ہر بات پہ اُس کو ملامت ہی کیوں

☆

افسردگی کا یہ آخری سال ہے اور میں ہوں
دل میں اک ملال ہے اور میں ہوں

اکتیس دسمبر کی نصف شب ہے
تیرا خیال ہے اور میں ہوں

چند اشعار

تو بھی دیکھتا تھا مجھے دزُدیدہ نظر سے
تو بھی ابھی تک مجھے پرایا نہیں کیا
کچھ سوچنے کے زاویے ہیں میرے بھی عشق میں
میں نے کام رٹا رٹایا نہیں کیا

خواب دیکھ لو مگر تعبیر ہے مشکل
ٹوٹے کبھی جو ظلم کی زنجیر ہے مشکل

برہنہ پا چل پڑیں گے تیری جانب
کریں جو ذرا سی تاخیر ہے مشکل

وہ شخص میرے دل سے اُتر کیوں نہیں جاتا
میرے لبوں سے اسکا ذکر کیوں نہیں جاتا

☆

میں اب کوئی خواب نہیں دیکھتا
دن میں تارے اور مہتاب نہیں دیکھتا

جب بھول جاتا ہوں تو یکسر بھول جاتا ہوں
میں کبھی پُرانے حساب نہیں دیکھتا

☆

تکمیل خواب کے لیے گھر بار لٹانا ہو گا
جو ہاتھ میں ہے سب کچھ گوانا ہو گا

میں اُس کا ہوں اُسے معلوم ہونا چاہیے
محبت ہے اُس سے کیا مجھ کوجتانا ہو گا

یہ کتاب مختلف شعری اصناف کا مجموعہ ہے امید
ہے قارئین اسے پڑھ کر لطف اندوز ہوں گے۔

محمد وسیم وصی